النور اگست ۲۰۱۳ء

حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، نہ نیا نہ پُرانا

ختمِ نبوت کی داعی واحد جماعت

مدیر
شاہد عزیز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نشریات

www.virtualmosque.co.uk پر

جمعہ : ۱۳:۰۰ بجے

درس: بعد از جمعہ ۱۴:۰۰

ماہانہ مجلس: ۱۵:۰۰

عیدین: ۱۱:۰۰ بجے اور پنجاب ریڈیو (سکائی چینل ۰۱۳۰) پر ۱۳:۰۰ تا ۱۴:۰۰ بجے

اعلانات اور خبریں

عید الفطر

۹ اگست ۲۰۱۳ء بروز جمعہ

نماز گیارہ بجے صبح

یاددہانی

نماز، روزہ اور حج کے علاوہ زکوۃ بھی اسلام کا ایک بُنیادی رُکن ہے۔ جہاں دیگر راکانِ اسلام ہماری ذاتی بہتری کے لئے ہیں۔ زکوۃ وہ واحد رُکن ہے جو دُکھی انسانیت کی خدمت کے لئے ہے۔

ایمانداری سے زکوۃ دیں تا کہ آپ کی نمازیں اور روزے بارگاہ الٰہی میں قبولیت پائیں۔

اسلام انسانیت سے محبت سکھاتا ہے۔

کلامِ امام

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام

ایک صاحب سراج الدین نام عیسائی نے لاہور سے چار سوال بغرض طلب جواب میری طرف بھیجے ہیں۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ فائدہ عام کیلئے ان کا جواب لکھ کر شائع کردوں۔ لہذا ہر چہار سوال معہ جواب ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

سوال۔۱۔ ''عیسائی عقائد کے مطابق مسیح کا مشن اس دنیا میں نبی نوع انسان کی محبت کے لئے آنا اور نوع انسان کی خاطر اپنے تئیں قربان کردینا تھا۔ کیا بانی اسلام کا مشن ان دونوں معنوں میں ظاہر ہوسکتا ہے یا نہیں؟۔ یا محبت اور قربانی کے علاوہ کسی اور بہتر الفاظ میں اس مشن کو ظاہر کرسکتے ہیں''؟

الجواب۔ واضح ہو کہ اس سوال سے اصل مطلب سائل کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح عیسائیوں کے خیال کے موافق دنیا میں یسوع مسیح اس لئے آیا تھا کہ گنہگاروں سے محبت کرکے ان کے گناہوں کی لعنت اپنے سر پر لیوے اور پھر ان ہی گناہوں کی وجہ سے مارا جائے۔ کیا اس لعنتی قربانی کا کوئی نمونہ گنہگاروں کی نجات کیلئے قرآن بھی پیش کرتا ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں پیش کرتا تو کیا اس سے کوئی بہتر طریق انسانوں کی نجات کیلئے قرآن نے پیش کیا ہے؟

سو اس کے جواب میں میاں سراج الدین صاحب کو معلوم ہو کہ قرآن کوئی لعنتی قربانی پیش نہیں کرتا۔ بلکہ ہرگز جائز نہیں رکھتا کہ ایک کا گناہ یا ایک کی لعنت کسی دوسرے پر ڈالی جائے چہ جائیکہ کروڑہا لوگوں کی لعنتیں اکٹھی کرکے ایک کے گلے میں ڈال دی جائیں۔ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (بنی اسرائیل:۱۶) یعنی ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھائے گا۔ لیکن قبل اسکے جو میں مسئلہ نجات کے متعلق قرآنی ہدایت بیان کروں مناسب دیکھتا ہوں کہ عیسائیوں کے اس اصول کی غلطی لوگوں پر ظاہر کردوں۔ تا وہ شخص جو اس مسئلہ میں قرآن اور انجیل کی تعلیم کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے وہ آسانی سے مقابلہ کرسکے۔

پس واضح ہو کہ عیسائیوں کا یہ اصول کہ خدا نے دنیا سے پیار کرکے دنیا کو نجات دینے کیلئے یہ انتظام کیا کہ نافرمانیوں اور کافروں اور بدکاروں کا گناہ اپنے پیارے بیٹے یسوع پر ڈال دیا۔ اور دنیا کو گناہ سے چھڑانے کیلئے اس کو لعنتی بنایا۔ اور لعنت کی لکڑی سے لٹکایا۔ یہ اصول ہر ایک پہلو سے فاسد اور قابل شرم ہے۔ اگر میزان عدل کے لحاظ سے اس کو جانچا جائے تو صریح یہ بات ظلم کی صورت میں ہے کہ زید کا گناہ بکر پر ڈال دیا جائے۔ انسانی کانشنس اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک مجرم کو چھوڑ کر اس مجرم کی سزا غیر مجرم کو دی جائے۔ اور اگر روحانی فلاسفی کے رو سے گناہ کی حقیقت پر غور کی جائے تو اس تحقیق کے رو سے بھی یہ عقیدہ فاسد ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ گناہ درحقیقت ایک ایسا زہر ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور خدا کی پر جوش محبت اور محبانہ یاد الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو۔ اور جیسا کہ ایک درخت جب زمین سے اکھڑ جائے اور پانی چوسنے کے قابل نہ رہے تو وہ دن بدن خشک ہونے لگتا ہے اور اس کی تمام سرسبزی برباد ہوجاتی ہے۔ یہی حال اس انسان کا ہوتا ہے جس کا دل خدا کی محبت سے اکھڑا ہوا ہوتا ہے۔ پس خشکی کی طرح گناہ اس پر غلبہ کرتا ہے۔

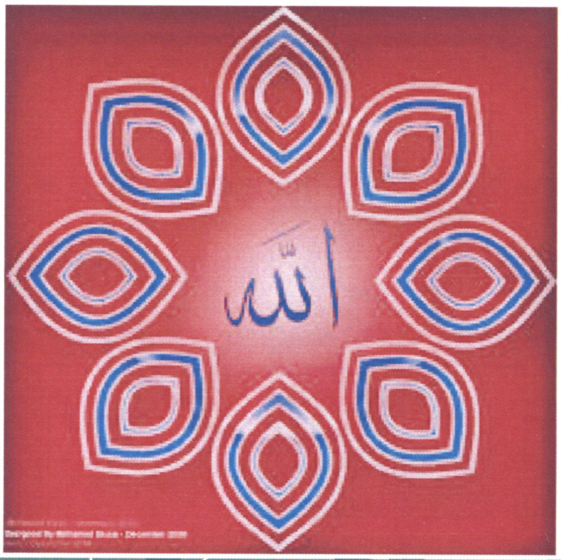

سو اس خشکی کا علاج خدا کے قانون قدرت میں تین طور سے ہے۔(۱) ایک محبت (۲) استغفار جس کے معنے ہیں دبانے اور ڈھانکنے کی خواہش۔ کیونکہ جب تک مٹی میں درخت کی جڑ جمی رہے تب تک وہ سرسبزی کا امیدوار ہوتا ہے۔ (۳) تیسرا علاج توبہ ہے۔یعنی زندگی کا پانی کھینچنے کیلئے تذلل کے ساتھ خدا کی طرف پھرنا اور اس سے اپنے تئیں نزدیک کرنا اور معصیت کے حجاب سے اعمال صالحہ کے ساتھ اپنے تئیں باہر نکالنا۔اور توبہ صرف زبان سے نہیں ہے بلکہ توبہ کا کمال اعمال صالحہ کے ساتھ ہے۔ تمام نیکیاں توبہ کی تکمیل کیلئے ہیں۔کیونکہ سب سے مطلب یہ ہے کہ ہم خدا سے نزدیک ہوجائیں۔ دعا بھی توبہ ہے کیونکہ اس سے بھی ہم خدا کا قرب ڈھونڈتے ہیں۔اسی لئے خدا نے انسان کی جان کو پیدا کر کے اس کا نام روح رکھا۔کیونکہ اس کی حقیقی راحت اور آرام خدا کے اقرار اور اس کی محبت اور اس کی اطاعت میں ہے۔ اور اس

کا نام نفس رکھا (نفس لغت میں عین شے کے معنے رکھتا ہے) کیونکہ وہ خدا سے اتحاد پیدا کرنے والا ہے۔ خدا سے دل لگانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باغ میں وہ درخت ہوتا ہے جو باغ کی زمین سے خوب پیوستہ ہوتا ہے۔ یہی انسان کا جنت ہے۔اور جس طرح درخت زمین کے پانی کو چوستا اور اپنے اندر کھینچتا اور اس سے اپنے زہریلے بخارات باہر نکالتا ہے اسی طرح انسان کے دل کی حالت ہوتی ہے کہ وہ خدا کی محبت کا پانی چوس کر زہریلے مواد کے نکالنے پر قوت پاتا ہے اور بڑی آسانی سے ان مواد کو دفع کرتا ہے۔ اور خدا میں ہوکر پاک نشو ونما پاتا جاتا ہے۔ اور بہت پھیلتا اور خوشنما سرسبزی دکھلاتا ہے اور اچھے پھل لاتا ہے۔مگر جو خدا میں پیوستہ نہیں وہ نشو ونما دینے والے پانی کو چوس نہیں سکتا اس لئے دم بدم خشک ہوتا چلا جاتا ہے۔آخر پتے بھی گر جاتے ہیں اور خشک اور بدشکل ٹہنیاں رہ جاتی ہیں۔پس چونکہ گناہ کی خشکی بے تعلقی سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اس خشکی کے دور کرنے کے لئے سیدھا علاج مستحکم تعلق ہے۔ جس پر قانون قدرت گواہی دیتا ہے۔اسی کی طرف اللہ جل شانہ اشارہ کرکے فرماتا ہے۔ یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الفجر: ۲۸ تا ۳۱) یعنی اے وہ نفس جو خدا سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کی طرف واپس چلا آ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میرے بہشت کے اندر آ۔

غرض گناہ کے دور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے۔لہٰذا وہ تمام اعمال صالحہ جو محبت اور عشق کے سرچشمہ سے نکلتے ہیں گناہ کی آگ پر پانی چھڑکتے ہیں کیونکہ انسان خدا کیلئے نیک کام کر کے اپنی محبت پر مہر لگاتا ہے۔ خدا کو اس طرح پر مان لینا کہ اس کو ہر ایک چیز پر مقدم رکھنا یہاں تک کہ اپنی جان پر

بھی۔ یہ وہ پہلا مرتبہ محبت ہے جو درخت کی اس حالت سے مشابہ ہے جبکہ وہ زمین میں لگایا جاتا ہے اور پھر دوسرا مرتبہ استغفار جس سے یہ مطلب ہے کہ خدا سے الگ ہو کر انسانی وجود کا پردہ نہ کھل جائے۔ اور یہ مرتبہ درخت کی اس حالت سے مشابہ ہے جبکہ وہ زور کر کے پورے طور پر اپنی جڑ زمین میں قائم کر لیتا ہے۔ اور پھر تیسرا مرتبہ توبہ جو اس حالت کے مشابہ ہے کہ جب درخت اپنی جڑیں پانی سے قریب کر کے بچہ کی طرح اس کو چوستا ہے۔ غرض گناہ کی فلاسفی یہی ہے کہ وہ خدا سے جدا ہو کر پیدا ہوتا ہے لہذا اس کا دور کرنا خدا کے تعلق سے وابستہ ہے۔ پس وہ کیسے نادان لوگ ہیں جو کسی کی خودکشی کو گناہ کا علاج کہتے ہیں۔

یہ ہنسی کی بات ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے سر درد پر رحم کر کے اپنے سر پر پتھر مارلے۔ یا دوسرے کے بچانے کے خیال سے خودکشی کر لے۔ میرے خیال میں ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا دانا نہیں ہوگا کہ ایسی خودکشی کو انسانی ہمدردی میں خیال کر سکے۔ بیشک انسانی ہمدردی عمدہ چیز ہے۔ اور دوسروں کے بچانے کیلئے تکالیف اٹھانا بڑے بہادروں کا کام ہے۔ مگر کیا ان تکلیفوں کے اٹھانے کی یہی رائے جو یسوع کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ کاش اگر یسوع خودکشی سے اپنے تئیں بچاتا اور دوسروں کے آرام کیلئے معقول طور پر عقلمندوں کی طرح تکلیفیں اٹھاتا تو اس کی ذات سے دنیا کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ مثلاً اگر ایک غریب آدمی گھر کا محتاج ہے اور معمار لگانے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس صورت میں اگر ایک معمار اس پر رحم کر کے اس کا گھر بنانے میں مشغول ہو جائے اور بغیر لینے اجرت کے چند روز سخت مشقت اٹھا کر اس کا گھر بنا دیوے تو بیشک یہ معمار تعریف کے قابل ہوگا۔ اور بیشک اس نے ایک مسکین پر احسان بھی کیا ہے جس کا گھر بنا دیا۔ لیکن اگر وہ اس شخص پر رحم کر کے اپنے سر پر پتھر مار لے تو اس غریب کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا۔ افسوس دنیا میں بہت تھوڑے لوگ ہیں جو نیکی اور رحم کرنے کے معقول طریقوں پر چلتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ یسوع نے اس خیال سے کہ میرے مرنے سے لوگ نجات پا جائیں گے درحقیقت خودکشی کی ہے تو یسوع کی حالت نہایت ہی لائق رحم ہے۔ اور یہ واقعہ پیش کرنے کے لائق نہیں بلکہ چھپانے کے لائق ہے۔

اور اگر ہم عیسائیوں کے اس اصول کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس اصول کو قائم کر کے عیسائیوں نے یسوع مسیح کی وہ بے ادبی کی ہے جو دنیا میں کسی قوم نے اپنے رسول یا نبی کی نہیں کی ہوگی۔ کیونکہ یسوع کا لعنتی ہو جانا گو وہ تین دن کے لئے ہی سہی عیسائیوں کے عقیدہ میں داخل ہے۔ اور اگر یسوع کا لعنتی نہ بنایا جائے تو مسیحی عقیدہ کے رو سے کفارہ اور قربانی وغیرہ سب باطل ہو جاتے ہیں۔ گویا اس تمام عقیدہ کا شہتیر لعنت ہی ہے۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب)

اللہ خدا تعالیٰ کا ذاتی نام

حضرت مولانا عبدالحق وِدیارتھی

غالباً ہر ایک پڑھا لکھا شخص جانتا ہے کہ اسماء ہمیشہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اسماء ذات (PROPOR

NAMES) اور دوسرے اسماء صفات (ATTRIBUTES) کہلاتے ہیں۔ صفات اکثر مشترک اور بکثرت ہوتی ہیں اس لئے محض صفات کے بیان کرنے سے کسی شے کی بالکلیہ شناخت نہیں ہوتی۔ جب تک اس شئے کا اسم ذات نہ بتا دیا جائے مثلاً ایک شخص کسی درخت کی نسبت بیان کرتا ہے کہ وہ بہت بڑا ہے۔ اس کا سایہ بہت اچھا ہے بعض لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں اس کا پھل جانور خوشی سے کھاتے ہیں اس کے پتے پان کی شکل کے ہوتے ہیں مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شخص کس درخت کا ذکر کر رہا ہے درخت کی تمام کی تمام صفات جو اس نے بیان کی ہیں ایک بجھارت اور معمہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور بعض اوقات تو کسی شے کی صدہا صفات سن کر بھی ہمارا آخری سوال یہی ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے یا اس کا نام کیا ہے کہ جس کی آپ اتنی خوبیاں بیان کر رہے ہیں لیکن اگر متعدد صفات بیان کرنے کی بجائے صرف اس درخت کا نام بتا دیا جائے کہ وہ پیپل کا درخت ہے تو ہر شخص جس نے یہ درخت کبھی پہلے دیکھا ہوگا فوراً اسے سمجھ لے گا اور نام کے ساتھ ہی اس کی ساری صفات اس کے علم کے مطابق ذہن میں مستحضر ہو جائیں گی۔ بعینہ اسی طرح تمام مذاہب اس خدا کی صرف ایک ایک صفت کو اس کا اعلیٰ نام قرار دے رہے ہیں ہم ان سے یہ عرض کرتے ہیں کہ یہ تمام صفات جو آپ لوگ بیان کر رہے ہیں بہت اچھی اور نہایت اعلیٰ اور خدا کی شان کے شایان ہے مگر ہم ان اعلیٰ صفات کے رکھنے والی ہستی کا نام پوچھتے ہیں کہ کیا ہے اور وہ ذاتی نام وہی ہونا چاہیے جو ان تمام صفات پر حاوی یا ان کے قائم مقام ہو۔ خدا کا تصور کامل نہیں کہلا سکتا جب تک کل صفات کو اپنے اندر جمع کرنے والا اس کا کوئی اسم ذات نہ ہو کیونکہ کوئی ایک خاص صفت یا صفاتی نام دوسری تمام صفات کا موصوف نہیں کہلا سکتا۔ پس اس ذات کے تمام وہ نام کہ جو مختلف مذاہب اور اقوام میں مروج ہیں اسم ذات یا مستجمع جمیع صفات کاملہ کا مفہوم پیدا نہیں کر سکتے۔

خدا کا ذاتی نام ایک ہی ہوسکتا ہے

اگر کل قوموں اور ملکوں کا خدا ایک ہی ہے تو اس کا تصور بھی ایک ہی ہونا چاہیے اس لحاظ سے اس کا ذاتی نام کہ جو فی الحقیقت اس کے تصور کا نقطہ مرکزی ہے ایک ہی ہوسکتا ہے۔ اس لئے اگر خدا کا یہ تصور کہ وہ مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے معقول اور درست ہے تو پھر اس کا ذاتی نام بھی وہی ہوسکتا ہے کہ جو اس تصور کو ہمارے اندر پیدا کر سکے اور اس کا یہ نام باقی تمام صفات پر ترجیح پائے گا اور وہ کل دنیا کی قوموں اور مذاہب کا مشترک نام ہوگا۔ یا تمام اقوام اور مذاہب عالم کے تصور ذات باری میں رشتہ اتحاد اور حبل متین کا کام دیگا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ایسا کوئی لفظ عربی زبان کے سوا دنیا کی کسی زبان میں موجود نہیں کہ جس کے معنی مستجمع جمیع صفات کاملہ ہوں۔ اخواہ وہ زبان سنسکرت ہو یا انگریزی ہو یا کوئی قدیم سے قدیم زبان میں اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں اصول یہ ہے کہ جب کسی مضمون یا عبارت کا ترجمہ کسی ایک زبان سے دوسری زبان میں کیا جاتا ہے تو ہمیشہ اسماء ذات (PROPER NAMES) کا ترجمہ نہیں کیا جاتا اور باقی تمام عبارت اور صفات کا ترجمہ کر دیا جاتا ہے مثلاً جب کبھی آپ کسی شخص کے متعلق کوئی مضمون انگریزی، عربی، فارسی یا سنسکرت زبان میں لکھیں تو آپ اس شخص کے نام کا ترجمہ کسی زبان میں نہیں کریں گے ورنہ مضمون بے معنی اور مہمل ہو جائے گا اسی طرح خدا

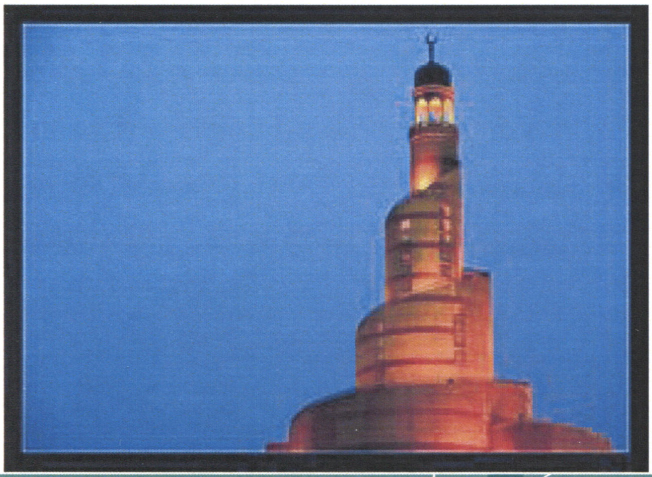

جو تمام دنیا کی اقوام اور مذاہب میں ایک معروف ہستی ہے اور تمام الہامی مذاہب اسی خدائے واحد کی طرف سے ہیں اس کے ذاتی نام کا ترجمہ مختلف زبانوں میں کیسے ہو سکتا تھا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انسانی ذہن نے بتدریج ارتقا کی منازل کو طے کیا ہے اس لئے اس کا تصور ذات باری بھی زیادہ شائستہ اور مکمل ہوتا گیا ہے تاہم جس طرح خدا کی ذات ہمیشہ سے ہمہ صفت موصوف موجود تھی اسی طرح اس کا ذاتی نام بھی کہ جو اس تصور کو ظاہر کرتا ہے موجود تھا اگرچہ انسانی ذہن میں نہ تصور ذات باری کامل تھا اور نہ اس کے نام کا صحیح مفہوم ہی دلنشیں تھا۔

خدا کے اسم ذات کیلئے چند ایک ضروری شرائط

قرآن کریم کے جملہ الحمدللہ میں یہ بھی ایک خوبی ہے کہ اسم اللہ کو تمام قسم کی حمد (خوبی اور تعریف) کا موصوف اور مستحق ٹھہرایا گیا ہے اور سارے قرآن کریم میں اسی اسلوب بیان کو ملحوظ رکھا گیا ہے کسی ایک جگہ بھی اس نام کو کسی دوسرے موصوف کی صفت نہیں قرار دیا گیا۔ بعینہٖ جس طرح کوئی شخص پیپل کے نام کو اس کی کسی دوسری صفت کی صفت نہیں قرار دے سکتا۔ اسی طرح خدا کے اسم ذات کو بھی تمام صفات کا موصوف ہونا چاہیے جو شخص اپنی مذہبی کتاب میں سے کوئی اور لفظ اس ذات کے لئے بطور اسم ذات پیش کرے اس کو چاہیے کہ وہ اس کتاب میں سے یہ بھی ثابت کرے کہ وہ نام ہمیشہ ہمیشہ اس کی کتاب میں باقی تمام صفات کے موصوف کے طور پر استعمال ہوا ہے اور کسی دوسرے صفاتی نام کی صفت واقع نہیں ہوا کیونکہ صفات تو ہمیشہ ذات کی تابع ہوتی ہیں مگر ذات کسی ایک صفت کے نیچے نہیں لائی جا سکتی۔

۲۔ عربی زبان میں لفظ اللہ کبھی کسی غیر معبود یا کسی اور شے کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ لسان العرب میں لکھا ہے:

اسم مختص للّٰہ لایجوزان یسمی بہ غیرہ

''یہ اسم اللہ ذات باری کے لئے خاص ہے اسلئے یہ جائز نہیں کہ کسی اور شے کا نام اللہ رکھا جائے۔'' پس اس بنا پر اسم ذات باری تعالیٰ کے لئے یہ بھی ایک ضروری شرط ہے کہ اس کا اطلاق کسی دوسری چیز پر نہ ہو سکے تاکہ توحید الٰہی میں شبہ وارد نہ ہو سکے۔

۳۔ دنیا میں اگر فی الواقعہ کوئی چیز اپنی صفات کے لحاظ سے احد اور لاشریک ہو تو اس کے نام کا کوئی مصدر، دھاتو یا مادہ (ROOT) نہیں ہونا چاہئیے۔ کیونکہ مصدر یا مادہ سے ہمیشہ الفاظ کی برادری پیدا ہوتی ہے اور اس برادری کے تمام افراد آپس میں ایک گونہ اشتراک معنوی رکھا کرتے ہیں۔ مگر خدا چونکہ رشتے اور برادریوں سے پاک ہے۔ اس کے نام کا بھی کوئی مصدر یا مادہ نہیں ہونا چاہیے تاکہ اس کی ہستی شرک کے ہر قسم کے شائبہ سے پاک رہے۔ عربی زبان میں لفظ اللہ کا کوئی مادہ اور مصدر نہیں جو صاحب اس نام کے مقابل اس ذات کا کوئی اور اسم ذات پیش کریں تو یہ خوبی بھی ان کو اس نام میں ثابت کرنی پڑے گی۔

خدا کے رسولوں اور ماموروں کا نصب العین

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد (ر۔ح)

قومی تعمیر کرنے والوں کے سامنے ہمیشہ ایک خاص نصب العین ہوا کرتا ہے دنیا کے پیچھے دوڑنے والے سیاسی

لیڈروں کے سامنے سب سے بڑا نصب العین حصول سلطنت ہوا کرتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا نبیوں اور رسولوں اور مامورین الٰہی اور مصلحین ربانی کے سامنے بھی یہی نصب العین ہوا کرتا ہے یا کوئی اور؟ مذہبی تاریخ پر غور کرنے والے کے لئے اس بات کو پالینا کچھ بھی مشکل نہیں کہ خدا کے رسولوں اور ماموروں کا نصب العین ہرگز ہرگز دنیا کی سلطنت نہیں ہوتی بلکہ ان کا یہ نصب العین قرار دینا ان کی ہتک ہے۔ ان کی لغت میں خدا کے سوا کسی غیر کو نصب العین بنانا شرک اور ان کی تعلیم توحید کے منافی ہے فقط لا الٰہ الا اللّٰہ یعنی دنیا میں خدا کے نام کو بلند کرنا اور اس کی توحید کو پھیلانا ان کی زندگی کا مقصود ہوتا ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ جس بادشاہت کو قائم کرنا ان کا نصب العین ہوتا ہے وہ خدا کی بادشاہت ہوتی ہے نہ کہ انسان کی اور یہی وہ سیاست ہے جو صحیح معنوں میں اسلامی سیاست کہلانے کی مستحق ہے۔

خدا کی بادشاہت انسانی قلوب پر قائم ہوتی ہے

یاد رہے کہ خدا کی بادشاہت انسانی قلوب پر قائم ہوا کرتی ہے زمین پر خدا کی بادشاہت پھیلانا تو ایک تحصیل حاصل امر ہے کیونکہ خدا کی بادشاہت تو آسمانوں اور زمین پر پھیلی ہوئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لہٗ ملک السمٰوات والارض کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے پس وہ آسمانی بادشاہت جس کے زمین پر آنے کے لئے حضرت مسیح اور ان کے حواری دعا مانگتے رہے اور جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنی بے مثل شان کے ساتھ آسمان سے زمین پر آئی وہ درحقیقت خدا کی وہ بادشاہی تھی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کے قلوب پر مستولی ہوئی کیونکہ خدا کی بادشاہی اور اس کے قوانین کی فرمانبرداری جیسی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے کرکے دکھائی وہ دنیا کی تاریخ میں بے نظیر ہے پس یہی وہ خدا کی توحید اور اس کی بادشاہی ہے جو انبیاء ورسل کا نصب العین ہوتی ہے اور جس کی فرمانبرداری کا نام الاسلام ہے اور جسے سامنے رکھ کر وہ اپنی قوم کی تعمیر کرتے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ

حضرت مرزا صاحب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور آپ کے خلیفہ تھے وہ اپنے آقا سے جدا اپنا نصب العین نہیں بنا سکتے تھے اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین کیا تھا؟ میں عرض کرچکا ہوں کہ تمام انبیاء ورسل کا نصب العین سوائے لا الٰہ الا اللّٰہ کے اور کچھ نہیں ہوتا وہ دنیا میں خدا کی توحید اور اس کی بادشاہی قائم کرنا چاہتے ہیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین بھی سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا تھا

یہ سچ ہے کہ دشمنان اسلام پادریوں وغیرہ نے آپ پر یہ الزام لگایا ہے کہ نعوذ باللہ آپ دنیا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن ہر ایک محقق اور تاریخ سے واقف جانتا ہے کہ یہ کس قدر دروغ اور بہتان ہے خود اہل مکہ نے آپ کے سامنے دولت، عورت، سلطنت سبھی کچھ تو پیش کیا کہ یہ سب کچھ لے لو اور توحید کا وعظ چھوڑ دو لیکن آپ نے ان سب چیزوں کو نہایت حقارت سے رد کردیا اور خدا کی توحید اور خدا کی بادشاہت کو قائم کرنے کا نصب العین ایک لمحہ کے لئے بھی ترک نہ کیا اور یہ اتنا بلند نصب العین تھا کہ دنیا کا کوئی نصب العین اس کے پاسنگ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ دنیا داروں کے نصب العین میں نفس اور اس کی خواہشات کا حصہ ضرور ہوتا ہے خواہ وہ کسی فرد کی خواہش نفس ہو یا کسی قوم کی وہ لوگ باوجود دنیا کی سلطنت کو حاصل کرلینے کے نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد نہیں ہوتے لیکن خدا کی توحید اور اس کی بادشاہی کو نصب العین بنانے میں نفس اور خواہشات کی غلامی سے انسان بکلی آزاد ہوجاتا ہے اور ان حالات میں جو قوم کی تعمیر ہوتی ہے اور اس میں جو قومی کیریکٹر پیدا ہوتا ہے وہ اس قدر بلند اور پاکیزہ ہوتا ہے کہ اس کے

کمالات اور خوبیوں کو دنیا کی کوئی قومی تعمیر پا نہیں سکتی اور اس خدائی کلچر اور تہذیب کے سامنے تمام دنیوی اور مادی کلچر اور تہذیب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ خدا کی بادشاہت کو قائم کرنے والے اگرچہ دنیا کی سلطنت کے پیچھے نہیں دوڑتے مگر دنیا کی سلطنت ان کے پیچھے دوڑتی ہے اور ان کے قدموں پر اپنا سر رکھتی ہے چنانچہ دیکھ لو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کا نمونہ ہمارے سامنے ہے آپ نے فقط ذرا کے نام کو دنیا میں بلند کرنا اور اسی کی توحید اور بادشاہی کو انسان کے قلوب میں قائم کرنا چاہا تھا اس نصب العین کو مدنظر رکھ کر جو قوم آپ کی تیار ہوئی اس کا قومی کیریکٹر کس قدر حیرت انگیز ہمیں نظر آتا ہے کہ ایک جاہل اور بت پرست وحشی اور درندہ قوم پرلے درجہ کی مہذب اور باخدا قوم بن گئی اور دنیا کی سلطنتیں اس قوم کے قدموں پر گرتی چلی گئیں اور یہ اس لئے تھا کہ وہ اس بات کا حق رکھتے تھے کہ خدا کی زمین پر خلیفہ بنیں۔ یہی معنی ان الارض یرثھا عبادی الصالحون کے ہیں کہ جب اس طرح ایک قوم بن جاتی ہے اور اس کے قومی کیریکٹر کی اصلاح ہو جاتی ہے تو وہ زمین کے وارث ہونے کی مستحق ہو جاتی ہے پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی قوم کا یہ نصب العین قرار دینا کہ ان کا مقصد فقط دنیا کی سلطنت کا حصول تھا ان کی صریح ہتک اور دشمنوں کا بہتان ہے ایک خدا پرست مؤحد انسان کا نصب العین اس قدر ادنیٰ نہیں ہو سکتا اس کی نظر میں یہ ایک بت ہے جس کا انسانی قلب کے بیت اللہ میں ہونا شرک اور بت پرستی ہے اس کا نصب العین فقط اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسی کی بادشاہی کو انسان کے قلب میں قائم کرنا ہوا کرتا ہے ہاں جب انسان کے قلب میں خدا کی بادشاہی قائم ہو جاتی ہے تو پھر ظاہر میں اس کا نتیجہ یہ بھی ہوا کرتا ہے کہ دنیا کی بادشاہیاں اس کی غلام ہو جاتی ہیں اور وہی قوم ہوتی ہے جس کی بادشاہی کی نسبت یہ کہنا بجا ہوتا ہے کہ یہ خدا کی بادشاہی ہے

شائع کردہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یوکے

15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: aaiiLahore@gmail.com

جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ''اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا''، ''جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''، ''میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔''

۳۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ آنحضرت ﷺ کے بعد مجدد دین آئیں گے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ ہر اس شخص کو جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهُ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدد و مسیح موعود اور مہدی کا تھا نبی کا ہرگز نہیں۔ ان کے اپنے الفاظ: ''اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔''

ان عقائد رکھنے والی جماعت کو کافر کہنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟